بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لائٹ انٹرنیشنل

نومبر ۲۰۲۱ء

ربیع الاوّل / ربیع الثانی۔ ۱۴۴۲ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان

حضرت محمد مصطفٰی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؑ مُدّعی نبوّت نہیں مجدّد صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیر
شاہد عزیز

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔ بے ایمانی کو زقوم سے مُشابہت (اسلامی اصول کی فلاسفی قسط۔ ۲۴) ۲

۲: خطبہ مولانا محمد علیؒ۔ جماعت احمدیہ کی شناخت اس کا پھل ہے۔ ۳

۳: کلامِ علوی۔ جلال اُنؐ کا

۴: مبارک ہو مُ شاہد عزیز ۸

اعلان

آیبوری کوسٹ میں ہمارے نمائندہ ابو ٹیانی کو مُبارک ہو۔ حکومت اور غیر از جماعت مسلمان اُنہیں بطور لاہوری احمدی مسلمان تمام تقریبات میں مدعو کرتے ہیں۔ حال ہی میں ایک نئے امام کی تنظیم نے ایک نئے امام کی 'دستار بندی' میں اُنہیں بطور نمائندہ جماعت احمدیہ لاہور شمولیت کی دعوت دی۔ آیبوری کوسٹ جماعت کھُل کر حضرت مسیح موعود اور احمدیت کو مُتعارف کرواتی ہے۔

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰- تدبر القرآن اردو

۱۹۳۰- Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ- انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۴:۰۰ Pure Discussions WhatsApp Group

عیدین- انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؑ

(قسط۔۲۴ صفحہ ۹۵ تا ۱۰۰)

مرتب ارشد علوی

حضرت مسیح موعودؑ اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرماتے ہیں۔

قرآن میں بے ایمانی کو زقوم سے مشابہت

اور جیسا کہ قرآن شریف نے عالمِ آخرت میں ایمان کے پاک درختوں کو انگور اور انار اور عمدہ عمدہ میووں سے مشابہت دی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اس روز وہ ان میووں کی صورت میں متمثل ہوں گے اور دکھائی دیں گے۔ ایسا ہی بے ایمانی کے خبیث درخت کا نام عالمِ آخرت میں زقُوم رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے: ۔اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ اِنَّهَا شَجَـرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۔(الصفت: ٦٢ تا ٦٥) اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۔(الدخان:۴۳تا۴۶)۔ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (الدخان:۴۹) یعنی تم بتلاؤ کہ بہشت کے باغ اچھے ہیں یا زقُوم کا درخت۔ جو ظالموں کے لئے ایک بلا ہے۔ وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑھ میں سے نکلتا ہے یعنی تکبّر اور خُودبینی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہی دوزخ کی جڑھ ہے اس کا شگوفہ ایسا ہے جیسا کہ شیطان کا سر۔ شیطان کے معنے ہیں ہلاک ہونے والا۔ یہ لفظ شیط سے نکلا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ اس کا کھانا ہلاک ہونا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ زقُوم کا درخت ان دوزخیوں کا کھانا ہے جو عمداً گناہ کو اختیار کرلیتے ہیں۔ وہ کھانا ایسا ہے جیسا کہ تانبا گلا ہوا کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں جوش مارنے والا۔ پھر دوزخی کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ اس درخت کو چکھ۔ تُو عزت والا اور بزرگ ہے۔ یہ کلمہ نہایت غضب کا ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر تو تکبّر نہ کرتا اور اپنی بزرگی اور عزت کا پاس کرکے حق سے مُنہ نہ پھیرتا تو آج یہ تلخیاں تجھے اُٹھانی نہ پڑتیں۔ یہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ دراصل یہ لفظ زقُوم کا ذُق اور اُم سے مُرکّب ہے اور اُم ۔ اِنَّكَ

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خاتم النبین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ’اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا‘‘، ’’جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں‘‘۔ ’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ختم ہوگئی۔‘

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ’اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔‘

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

اِسلام انسانیت سے محبت سکھاتا ہے۔

اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ (الدخان: ۴۹)۔ کا ملخص ہے۔ جس میں ایک حرف پہلے کا اور ایک حرف آخر کا موجود ہے اور کثرت استعمال نے ذال۔ وزا کے ساتھ بدل دیا ہے۔ اب حاصل کلام یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دُنیا کے ایمانی کلمات کو بہشت کے ساتھ مشابہت دی ہے۔ ایسا ہی اسی دُنیا کے بے ایمانی کے کلمات کو زقّوم کے ساتھ مشابہت دی اور اس کو دوزخ کا درخت ٹھہرایا۔ اور ظاہر فرمادیا کہ بہشت اور دوزخ کی جڑھ اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے۔ جیسا کہ دوزخ کے باب میں ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَةِ ۝ (الھمزۃ: ۷،۶) یعنی دوزخ وہ آگ ہے جو خُدا کا غضب اس کا منبع ہے اور گناہ سے بھڑکتی ہے۔ اور پہلے دل پر غالب ہوتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُس آگ کی اصل جڑھ وہ غم اور حسرتیں اور درد ہیں جو دِل کو پکڑتے ہیں۔ کیونکہ تمام رُوحانی عذاب پہلے دِل سے ہی شروع ہوتے ہیں اور پھر تمام بدن پر محیط ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایک جگہ فرمایا۔ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ بن (البقرۃ: ۲۴) یعنی جہنم کی آگ کا ایندھن۔ جس سے وہ آگ ہمیشہ افروختہ رہتی ہے۔ دو چیزیں ہیں۔

ایک وہ انسان جو حقیقی خُدا کو چھوڑ کر اور اور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں یا ان کی مرضی سے ان کی پرستش کی جاتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (الانبیاء: ۹۸) یعنی تم اور تمہارے معبود باطل جو انسان ہو کر خُدا کہلاتے رہے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

(۲) دوسرا ایندھن جہنم کا بُت ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا وجود نہ ہوتا تو جہنم بھی نہ ہوتا۔ سو ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ خُدا تعالیٰ کے پاک کلام میں بہشت اور دوزخ اس جسمانی دُنیا کی طرح نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا مبداء اور منبع رُوحانی اُمور ہیں۔ ہاں وہ چیزیں دُوسرے عالم میں جسمانی شکل پر نظر آئیں گی۔ مگر اس جسمانی عالم سے نہیں ہو گی۔

خُدا کے ساتھ رُوحانی تعلق کا ذریعہ

اب ہم پھر اصل مطلب کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ خُدا کے ساتھ رُوحانی اور کامل تعلق پیدا ہونے کا ذریعہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے۔ اسلام اور دُعائے فاتحہ ہے۔ یعنی اوّل اپنی تمام زندگی خُدا کی راہ میں وقف کر دینا۔ اور پھر اس دُعا میں لگے رہنا جو سورہ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔ تمام اسلام کا مغزیہ دونوں چیزیں ہیں۔ اسلام اور دعائے فاتحہ دنیا میں خُدا تک پہنچنے اور حقیقی نجات کا پانی پینے کے لئے یہی ایک اعلیٰ ذریعہ ہے بلکہ یہی ایک ذریعہ ہے جو قانونِ قدرت نے انسان کی اعلیٰ ترقی اور وصال الٰہی کے لئے مقرّر کیا ہے اور وہی خُدا کو پاتے ہیں کہ جو اِسلام کے مفہوم کی رُوحانی آگ میں داخل ہوں اور دُعائے فاتحہ میں لگے رہیں۔ اِسلام کیا چیز ہے۔ وہی جلتی ہوئی آگ جو ہماری سفلی زندگی کو بھسّم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان اور ہمارا مال اور ہماری آبرُو کی قربانی پیش کرتی ہے۔ ایسے چشمہ میں داخل ہو کر ہم ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں اور ہماری تمام رُوحانی قوتیں خُدا سے یوں پیَوند پکڑتی ہیں جیسا کہ ایک رشتہ دوسرے رشتہ سے پیَوند کیا جاتا ہے۔ بجلی کی آگ کی طرف ایک آگ ہمارے اندر نکلتی ہے اور ایک آگ اُوپر سے ہم پر اُترتی ہے ان دونوں شعلوں کے ملنے سے ہماری تمام ہواوٴ ہوس اور غیر اللہ کی محبت بھسّم ہو جاتی ہے۔ اور ہم اپنی پہلی زندگی سے مَر جاتے ہیں۔ اس حالت کا نام قرآن شریف کی رُو سے اِسلام ہے۔ اِسلام سے ہمارے نفسانی جذبات کو موت آتی ہے۔ اور پھر دُعا سے ہم اَز سرِ نو زندہ ہوتے ہیں۔

لقاء الٰہی کا مرتبہ

اس دُوسری زندگی کے لئے الہام الٰہی ہونا ضروری ہے اسی مرتبہ پر پہنچنے کا نام لقاء الٰہی ہے یعنی خُدا کا دیدار اور خُدا کا دَرشن ہے۔ اس درجہ پر پہنچ کر انسان کو خُدا سے وہ اتصال ہوتا ہے کہ گویا وہ اس کو آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور اس کو قوت دی جاتی ہے اور اس کے تمام حواس اور تمام اندرونی قوتیں روشن کی جاتی ہیں اور پاک زندگی کی کشش بڑے زور سے شروع ہو جاتی ہے۔ اسی درجہ پر آ کر خُدا انسان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ بولتا ہے۔ اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ حملہ کرتا ہے اور کان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور پیر ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ چلتا ہے۔ اسی درجہ کی طرف اشارہ ہے جو خُدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ج (الفتح: ۱۰) یہ اس کا ہاتھ خُدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اور ایسا ہی فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ج (الانفال: ۱۷) یعنی جو تُو نے چلایا تُو نے نہیں بلکہ خُدا نے چلایا۔ غرض اس درجہ پر خُدا تعالیٰ کے ساتھ کمال اتحاد ہو جاتا ہے۔ اور خُدا تعالیٰ کی پاک مرضی رُوح کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے۔ اور اخلاقی طاقتیں جو کمزور تھیں اس درجہ میں محکم پہاڑوں کی طرح نظر آتی ہیں۔ عقل اور فراست نہایت لطافت پر آ جاتی ہے۔ یہ معنے اس آیت کے ہیں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلۃ: ۲۲)۔ اس مرتبہ میں محبت اور عشق کی نہریں ایسے طور سے

جوش مارتی ہیں جو خُدا تعالیٰ کے لئے مرنا اور خُدا تعالیٰ کے لئے ہزاروں دُکھ اُٹھانا اور بے آبرُو ہونا آسان ہو جاتا ہے کہ گویا ایک ہلکا سا تنکا توڑتا ہے۔ خُدا تعالیٰ کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ کون کھینچ رہا ہے۔ ایک غیبی ہاتھ اس کو اٹھائے پھرتا ہے اور خُدا کی مرضیوں کو پورا کرنا اس کی زندگی کا اصل الاصول ٹھہر جاتا ہے۔ اس مرتبہ میں خُدا بہت ہی قریب دکھائی دیتا ہے جیسا کہ اُس نے فرمایا ہے۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق-۱۶) یعنی ہم اس سے اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ ایسی حالت میں اس مرتبہ کا آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جس طرح پھل پختہ ہو کر خود بخود درخت پر سے گر جاتا ہے۔ اسی طرح اس مرتبہ کے آدمی کے تمام تعلقات سفلی اور کالعدم ہو جاتے ہیں۔ اس کا اپنے خُدا تعالیٰ سے ایسا گہرا تعلق ہو جاتا ہے اور وہ مخلوق سے دُور چلا جاتا اور خُدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات سے شرف پاتا ہے۔ اس مرتبہ کے حاصل کرنے کے لئے اب بھی دروازے کھُلے ہیں جیسے کہ پہلے کھُلے ہوئے تھے اور اب بھی خُدا تعالیٰ کا فضل یہ نعمت ڈھونڈنے والوں کو دیتا ہے جیسا کہ پہلے دیتا تھا۔ مگر یہ راہ محض زبان کی فضولیوں کے ساتھ حاصل نہیں ہوتی اور فقط بے حقیقت باتوں اور لافوں سے یہ دروازہ نہیں کھُلتا۔ چاہنے والے بہت ہیں مگر پانے والے کم۔ اس کا کیا سبب ہے۔ یہی کہ یہ مرتبہ سچی سرگرمی، سچی جانفشانی پر موقوف ہے۔ باتیں قیامت تک کیا کرو۔ کیا ہو سکتا ہے۔ صدق سے اس آگ پر قدم رکھنا جس کے خوف سے اور لوگ بھاگتے ہیں۔ اس راہ کی پہلی شرط یہ ہے۔ اگر عملی سرگرمی نہیں تو لاف زنی ہیچ ہے۔ اس بارے میں اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (البقرۃ: ۱۸۶) یعنی اگر میرے بندے میری نسبت سوال کریں کہ وہ کہاں ہے؟ تو ان کو کہہ کہ وہ تم سے بہت ہی قریب ہے۔

۲۵ محرم ۱۳۵۵ھ/۱۷ اپریل ۱۹۳۶ء

جماعت احمدیہ کی شناخت اس کا پھل ہے

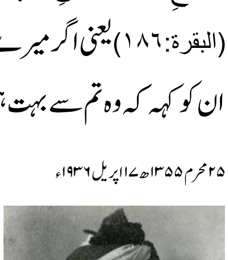

حضرت مولانا محمد علیؒ

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولاناؒ نے ذیل کی قرآنی آیات تلاوت کیں:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ؕ (۲۹-۴۸:۲۸)

ترجمہ: ”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ تعالیٰ گواہ بس ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ (تعالیٰ) کا رسول ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلہ میں قوی آپس میں رحم کرنے والے، تو انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں ان کا نشان اُن کے مونہوں پر سجدوں کے اثر سے (ظاہر) ہے یہ ان کی مثال توریت میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں، کھیتی کی طرح، جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اُسے مضبوط کیا، سو وہ موٹی ہوئی، پھر اپنی نالوں پر سیدھی کھڑی ہو گئی کسانوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غضب میں لائے۔ اللہ (تعالیٰ) نے ان میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں حفاظت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔“

اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ ان آیات میں یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ مصلحین جو دنیا کی اصلاح کرتے ہیں، وہ چیز یا خیال جو وہ دنیا میں لاتے ہیں، ایک بیج کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ بیج ایک دن میں بڑا درخت بن جائے، یہی حال اس بیج کا ہے جو مصلحین خیال کے رنگ میں لوگوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ عام مادی بیج زمین میں بویا جاتا ہے۔ اور اس کو پانی سے غذا ملتی ہے۔ لیکن مصلحین خیال کے رنگ میں جو بیج لاتے ہیں، اس کی زمین انسانوں کے دل ہیں۔ اس کو اعمال صالحہ سے غذا ملتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ ایک تناور درخت بن جاتا ہے۔

خیال اور عقیدے کا فرق:

مَیں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ مصلحین کا لایا ہوا بیج خیال کے رنگ میں بویا جاتا ہے۔ جس چیز کو ہم مذہبی عقیدہ کہتے ہیں، وہ بھی دراصل ایک خیال ہی ہے۔

فرق اتنا ہے کہ خیال کا لفظ بہت وسیع ہے۔ خیال تو اس بات کو بھی کہتے ہیں، جو دل میں آئے اور فوراً چلا جائے۔ لیکن عقیدہ وہ ہے جو انسان کے دل میں جم جائے اور پختہ ہو جائے۔

قرآن کریم کے دو وعدے:

حضرت مسیحؑ نے بھی حق کی مثال بیج کے ساتھ دی ہے۔ لیکن انہوں نے اسے ایک خاص غرض کے لئے پیش کیا ہے کہ کوئی بیج پتھروں پر گر کر ضائع ہو جاتا ہے۔ کوئی بیج ایسا ہوتا ہے جو اُگتا اور بڑھتا ہے لیکن پھل نہیں دیتا۔ اور کوئی بیج ایسا ہوتا ہے جو اُگتا اور بڑھتا بھی ہے اور پھل بھی دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ سب لوگ حق کو قبول کرنے والے نہیں ہوتے۔ تاہم قرآن کریم نے اس مثال کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ یعنی جو لوگ اس بیج کو لیتے ہیں اور اعمال صالحہ سے اس کی پرورش کرتے ہیں، ان سے دو وعدے کئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس بیج کی حفاظت کی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ یہ درخت بار آور ہو گا۔ اور اس کو پھل لگے گا۔ ہو سکتا ہے کہ درخت کی حفاظت تو کی جائے، لیکن اس کو پھل نہ لگے۔ یا درخت کو پھل تو لگے، لیکن اس کی حفاظت نہ ہو۔ پھر اس کے ساتھ یہ وعدہ بھی ہے کہ یہ اجر دائمی اور غیر منقطع ہو گا۔ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (٦:٩٥)

مَیں نے دو تین دن پہلے ایک اخبار میں پڑھا اس میں لکھا تھا کہ ہم جو جماعت احمدیہ یا مرزائیت کی مخالفت کر رہے ہیں، یقیناً اس کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ پہلے لوگ اس مقصد میں اس لئے کامیاب نہیں ہو سکے کہ ان کی کوششیں فرداً فرداً تھیں۔ اور اب ہم ایک نظام کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔

یہ ان کا خیال ہے۔ ڈاکٹر سر اقبال نے تو کہا تھا کہ جماعت احمدیہ کے مخالفین کی ناکامی کی یہ وجہ ہے کہ انہوں نے ایک مذہبی جماعت کو مذہبی رنگ میں برباد کرنے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ اسے سیاسی رنگ میں برباد کرنا چاہئے تھا۔ یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر انہوں نے غور نہیں کیا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ احمدیت کے خلاف پہلی کوششیں اس لئے ناکام رہی ہیں کہ وہ فرداً فرداً تھیں، اور موجودہ کوشش ایک نظام کے اندر ہے، تو اس منظم کوشش کو بھی تین سال ہو گئے ہیں۔ سیالکوٹ میں جب کشمیر کے معاملہ میں احراریوں اور قادیانیوں کا جھگڑا ہوا، اس وقت سے یہ کوشش جاری ہے۔ لیکن اس سے احمدیت کو کتنا نقصان پہنچا؟ کہنے کو تو احراری اور دوسرے اخبارات میں خبریں چھپتی ہیں کہ فلاں مرزائی مسلمان ہو گیا فلاں احمدی تائب ہو گیا۔ اگر اس قسم کی تمام خبریں جمع کر لی جائیں، تو معلوم ہو جائے گا کہ زیادہ سے زیادہ سو دو سو آدمی جماعت احمدیہ سے نکل گئے ہوں گے۔ اس طرح سے تو لاکھوں کی جماعت مٹنے کی نہیں۔ ہماری جماعت چھوٹی ہے، تین چار سو آدمی سالانہ تو اس میں بھی باہر سے شامل ہو جاتے ہیں۔ قادیانیوں کے دعوے تو بہت بڑے ہیں۔ پھر باہر سے جو لوگ شامل ہوتے ہیں، ان کے علاوہ جماعت کی اندرونی نشوونما بھی ہے۔

افسوس! ان لوگوں کی نظریں واقعات اور تاریخی حقائق کی طرف سے بند ہیں۔ اسلام کی ابتداء میں اس کی مخالفت کفار فرداً فرداً کیا کرتے تھے۔ کسی نے مار لیا۔ کسی نے دُکھ دے لیا۔ بدزبانی کر لی۔ راستے میں کانٹے بکھیر دیئے۔ لیکن اسلام کی ترقی کے ساتھ ساتھ یہ معاندانہ کوششیں بھی ترقی کرتی گئیں۔ حتّٰی کہ جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پہلے مسلمانوں کے مقابلہ پر صرف قریش تھے۔ رفتہ رفتہ دوسرے قبائل بھی ان کے ساتھ ملتے گئے۔ آخر یہودی مل گئے، عیسائی مل گئے۔ غرضیکہ اسلام کو مٹانے کی نہایت منظم کوشش کی گئی۔ اس کوشش کا جو نتیجہ ہوا، وہ سب کو معلوم ہے۔ اسلام کو مٹانے والے خود ہی مٹ گئے۔ خُدا کی نصرت آئی اور اس کی رَو میں سب مخالفتیں بہہ گئیں۔

یہ لوگ نہیں سوچتے کہ اگر پہلی کوششیں وسیع پیمانے پر اور منظم نہ تھیں، تو جس کے خلاف کوششیں کی جاتی تھیں، وہ بھی تو ایک اکیلا انسان چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ اور ان کے مقابلہ پر ہزاروں لاکھوں آدمی تھے۔ اس وقت احمدیت کو نہ مٹایا جا سکا، تو آج جب کہ ہزاروں لاکھوں احمدی موجود ہیں، احمدیت کس طرح مٹ سکتی ہے؟ ذرا سوچو! جو درخت آج لگایا گیا ہے، اس کو اکھاڑنے کے لئے ایک معمولی ٹھوکر بھی کافی ہوتی ہے۔ آم کی گٹھلی سے جو شاخ سی نکلتی ہے، اس کو ایک بچہ ہاتھ سے اُکھیڑ کر بجانے لگتا ہے۔ اور وہ راہ چلتے آدمی کی ٹھوکر سے بھی اُکھڑ جاتی ہے۔ لیکن جب یہی شاخ جڑیں پکڑ لیتی ہے اور رفتہ رفتہ ایک تناور درخت بن جاتی ہے تو اس کے لئے کلہاڑوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر احمدیت کا درخت کوئی برباد ہونے والی چیز ہوتا، تو یہ ابتدا ہی میں کسی کے پاؤں کی ٹھوکر سے برباد ہو چکا ہوتا، جبکہ یہ سوئی کی شکل میں ظاہر ہوا تھا۔ لیکن اب جبکہ اس کی شاخیں ہندوستان، یورپ، امریکہ، افریقہ، عرب، عراق، ایران، سیام، فجی، ٹرینڈاڈ اور جاوا وغیرہ بے شمار ملکوں میں پھیل چکی ہیں، تو اس کو کون برباد کر سکتا ہے؟!

سب سے بڑی پہچان پھل ہے:

دوسری بات یہ ہے کہ ذرا دیکھو۔ اس درخت کو پھل کیسا لگ رہا ہے؟

در اصل کسی درخت کی سب سے بڑی شناخت اس کا پھل ہی ہوتا ہے۔ آم کے درخت میں آم ہی لگیں گے۔ آک کے درخت میں آم نہیں لگ سکتے۔ بڑ کے بیج سے بڑ ہی کا درخت پیدا ہوگا۔ مُولی کا پودا نہیں اُگ سکتا، خواہ بیج دونوں کے ایک سے نظر آئیں۔ غرضیکہ پھل ایسی پہچان ہے جس میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔

مخالفین ہماری جماعت کے کام کو نہیں دیکھتے:

مخالفین پر حیرت ہے کہ ہماری جماعت کی نوعیت اور کام کو دیکھتے ہیں اور اس کے باوجود غلط بیانیاں کئے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں مرزا صاحب نعوذ باللہ کافر ہیں۔ دجال ہیں۔ انہوں نے انبیاءؑ کی توہین کی ہے۔ انہوں نے قرآن، حج اور جہاد کو منسوخ قرار دے دیا ہے۔ اگر یہ سچ ہے، تو ان کے لگائے ہوئے پودے کا پھل بھی ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ لیکن کیا تم کو احمدیوں میں یہی باتیں نظر آرہی ہیں؟ تم کہتے ہو مرزا صاحب نے قرآن کو منسوخ قرار دے دیا۔ لیکن احمدی تو دنیا کے گوشے گوشے میں قرآن کو پھیلا رہے ہیں۔ مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے کر رہے ہیں۔ ذرا یورپ کی حالت پر غور کر لو۔ وہاں قرآن نہ پہنچا تھا۔ اگر پہنچا تھا تو ایسے رنگ میں کہ اس کا مطلب اُلٹ کر دیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اسلام کی ساری تصویر ہی غلط رنگ میں پیش ہو رہی تھی۔ لیکن یہ جماعت قرآن کا تین مغربی زبانوں میں ترجمہ کر چکی ہے۔ جن میں سے دو ترجمے شائع ہو کر لاکھوں یورپیوں اور دوسرے غیر مسلموں تک پہنچ چکے ہیں اور ان کے نتائج ظاہر ہیں۔ اگر حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ دشمن اسلام تھے، اور آپ کی جماعت بھی دشمن اسلام ہے، تو پھر یہ کیا بات ہے کہ وہ قرآن اور اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کر رہی ہے؟ اس کے لئے اپنے مال بے دریغ خرچ کر رہی ہے؟ اس نے اپنی زندگیاں اس کے لئے وقف کر دی ہیں؟ ایران کے اندر محمد علی باب ہوئے ہیں۔ کیا ان کے پیرو بھی ایسا ہی کرتے ہیں؟ کیا وہ بھی قرآن اور اسلام ہی کو پھیلاتے ہیں؟ ذرا غور کرو۔ تمہاری آنکھوں کو غلطی لگی ہے۔ اگر احمدیت کا بیج خراب اور خلاف اسلام تھا تو اس کا پھل بھی ویسا ہی ہونا چاہئے تھا!

زمین اور انسانی دل میں فرق:

بیج کو خیال یا عقیدے کے ساتھ اور زمین کو بیج کے ساتھ تطبیق دی گئی ہے۔ تاہم زمین اور انسانی دل میں ایک فرق ہے۔ زمین بیج کو رد کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اس میں جیسا بیج ڈالو، ویسا پودا اگ آئے گا۔ سوائے ان زمینوں کے جو بنجر ہیں۔ لیکن انسانی دل بیج (خیال) کو رد کرنے پر قادر ہے۔ اس کے علاوہ ایک فرق اور بھی ہے۔ انسان کے دل میں محبت یا نفرت کا جذبہ رکھا گیا ہے۔ وہ محبت کے جذبہ کے زیر اثر کسی چیز کی غلط تصویر بنا لیتا ہے۔ اور نفرت کے جذبہ کے زیر اثر بھی۔ مثال کے طور پر دیکھئے۔ کیا آپ مان سکتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خُدا یا خُدا کا بیٹا ہونے کا دعوٰی کیا تھا؟ انجیل میں بھی یہ کہیں نہیں۔ ہاں! مجازی طور پر ابن اللہ کا ذکر ہے۔ لیکن عیسائیوں نے غلو کی وجہ سے ان کی ایک غلط تصویر بنالی۔ اور ان کو خُدا اور خُدا کا بیٹا کہنے لگے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود نے مدعی نبوت پر لعنت بھیجی۔ اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ ہاں! صرف یہ کہا کہ میرے لئے جو حدیث میں یا میرے الہام میں لفظ نبی آیا ہے، وہ بطور مجاز ہے۔ لیکن اب ایک غالی گروہ نے انہیں (حضرت مرزا صاحب کو) سچ مچ مدعی نبوت بنا دیا ہے!

غلو اور افراط صرف عقائد میں ہو سکتی ہے!:

ایک بات اور یاد رکھنے والی ہے کہ غلو اور افراط عقائد میں ہو سکتی ہے، عمل میں نہیں ہو سکتی۔ قادیانی جماعت ہی کو دیکھ لو۔ سیاسی مشاغل اور غلو کے باوجود اشاعت اسلام کا خیال بھی کسی نہ کسی حد تک ان کو ہے۔ وہ غلو کرتے ہیں، نبی بناتے ہیں، ظلی حج، ظلی قرآن، سب کچھ بناتے ہیں۔ لیکن کلمہ وہی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہی پڑھتے ہیں۔ عمل میں اصلیت غلو اور افراط پر غالب آجاتی ہے۔ غرضیکہ غلو عقائد میں ہوتا ہے۔ جبکہ عمل میں اصل رنگ نظر آجاتا ہے۔

قادیانی جماعت کی موجودہ حالت قائم نہیں رہ سکتی:

قادیان میں بھی یہی بات ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک وقت آئے کہ قادیانیوں کو بھی بابیوں کی طرح مسلمانوں سے علیحدہ ہونا پڑے۔ یا ہماری طرح حضرت مرزا صاحب کو مجدد مان کر تکفیر اور مسئلہ اجراء نبوت چھوڑنا پڑے۔ اور بالآخر ہوگا ایسا ہی! موجودہ حالت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ اس وقت ان کا پاؤں دو بیڑیوں میں ہے۔ قادیانیوں کی عقل پر پیر پرستی کی وجہ سے پردہ پڑا ہوا ہے۔ سوچنے کی طاقت ان کے اندر سے سلب ہو گئی ہے۔ قادیانی مرید لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ دیکھو خلیفہ صاحب کے کیسے اچھے خطبے ہوتے ہیں! تم بھی بیعت کر لو۔ لیکن جن لوگوں کی یہ حالت ہو کہ وہ متضاد باتوں کو مانتے چلے جاتے ہیں، اور ہر بات پر اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہتے چلے جاتے ہیں، ان کا کسی چیز کو اچھا اور کسی کو بُرا کہہ دینا کیا وقعت رکھتا ہے!

پیر پرستی کی انتہاء:

پیر نے کہا کہ حضرت صاحب نے ۱۹۰۲ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور ۱۹۰۲ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں۔ مریدوں نے بھی اس کے مطابق کہنا شروع کردیا۔ پیر نے کہا کہ حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا۔ اور ۱۹۰۱ء کی تحریریں منسوخ تھیں۔ مریدوں نے بھی وہی راگ الاپنا شروع کردیا۔ اب پیر نے کہہ دیا ہے کہ حضرت صاحب نے ۱۸۹۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ مرید بھی سب یہی کہہ رہے ہیں۔

جو لوگ تین متضاد باتوں کو مان رہے ہیں کہ:

☆ دعویٰ نبوت ۱۹۰۲ء میں کیا گیا

☆ دعویٰ نبوت ۱۹۰۱ء میں کیا گیا

☆ دعویٰ نبوت ۱۸۹۱ء میں کیا گیا۔ ان کی اس تحریف کو کیا کہا جائے! ایک ہی شخص کی زبان سے یہ تین بیانات موجود ہیں۔ اور مرید ہیں کہ آنکھیں بند کرکے مان رہے ہیں! عیسائی تو تثلیث کے عقیدہ کی کچھ اُلٹی سیدھی توجیہ کر بھی لیا کرتے ہیں۔ گو وہ بالکل بے معنی ہوتی ہے لیکن خدا جانے قادیانی اپنے خلیفہ صاحب کے ان دعاوی کو کس طرح تطبیق دے لیتے ہیں!

اعتدال کا راستہ مشکل ہے:

میں اس وقت جس بات کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ افراط و تفریط یا نفرت و محبت آسان چیزیں ہیں، لیکن درمیانی حالت کو قبول کرنا مشکل ہے۔ تم اپنے ذاتی حالات ہی پر غور کرلو۔ کوئی ایک انتہائی پہلو اختیار کرلینا بہت آسان ہوتا ہے، لیکن درمیانی راستہ بے انتہاء مشکل ہوتا ہے۔ ہماری جماعت کی رفتار ترقی اگر سست ہے، تو اس کی ایک بڑی بھاری وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے درمیان کا مشکل راستہ اختیار کیا ہوا ہے۔ اور یہی صحیح راستہ ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہ ہیں۔ ہماری اپنی کمزوریوں کی وجہ سے بھی ہماری ترقی کی رفتار سست ہے۔ اگر دلوں میں آگ لگی ہوئی ہو، اگر یہ زبردست احساس موجود ہو کہ اشاعت اسلام کی تحریک کی طاقت کا مدار ہماری جماعت کی ترقی پر ہے، تو موجودہ تھوڑے ذرائع کے ساتھ ہی جماعت کی ترقی کی رفتار تیز ہوسکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود کا ایک عظیم الشان کارنامہ: حضرت مسیح موعودؑ کے عظیم الشان کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اس پردہ کو اُٹھادیا جو هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (۲۸:۴۸) پر پڑا ہوا تھا۔ انبیا علیہم السلام اگر ایک خیال کو لاتے ہیں، تو مجدّدین اس خیال کو از سر نو زندہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر یہ وحی کی تھی کہ دین اسلام کو دنیا میں غالب کرے گا۔ یہ خیال مسلمانوں کے دلوں سے آہستہ آہستہ بالکل محو ہوتا جارہا تھا۔ امام زمان کا ہی یہ کام تھا کہ اس خیال کو از سر نو زندہ کیا۔ بلکہ یہ بتادیا کہ یہی وقت اس غلبہ کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جماعت دیوانہ وار اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اپنی ساری قوت صرف کررہی ہے۔ یہ آیت، جو بطور وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، حضرت مسیح موعودؑ کو بھی الہام ہوئی۔ اور اس کی غرض یہ تھی کہ اس خیال کو از سر نو زندہ کیا جائے۔ اگر غور کرو تو کوئی اور شخص اس زمانے میں ایسا نظر نہیں آتا، جس نے اس خیال کو مضبوطی کے ساتھ دلوں میں پیدا کردیا ہو۔ آیت قرآنی موجود تھی۔ مسلمانوں کو اس پر ایمان بھی تھا، لیکن آنکھوں پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس پردے کو امام وقت نے اُٹھادیا۔ دلوں پر ایک زنگ لگ گیا تھا۔ اس کو آپ نے دور کردیا۔ ایسے ہی اور بھی کئی خیالات ہیں، جن کو حضرت مسیح موعود نے زندہ کیا۔ یہ سب باتیں قرآن کریم میں موجود تھیں، لیکن کسی کا خیال ان کی طرف نہ جاتا تھا۔ افسوس ہے کہ جس شخص نے ان پاکیزہ خیالات کو از سر نو زندہ کیا، اس کے مجدد ہونے سے انکار کیا جاتا ہے۔ تم اور کسی آدمی کا نام تو لو، جس نے اسلام کے لئے اس زمانہ میں اس قدر عظیم الشان کام کیا ہو اور جس کو خدا کی طرف سے ایسی روشنی ملی ہو!

اگر کوئی کسی کی عیب شماری کرنا چاہے تو یہ کام بہت آسان ہے۔ اگر کوئی کسی کی خوبیوں سے آنکھیں بند کرلے، تو اس کا بھی کوئی علاج نہیں۔ عیسائیوں اور آریوں کو دیکھ لو۔ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو (نعوذ باللہ) ڈاکو، لٹیرا، شہوت پرست تک کہہ دیتے ہیں۔ جہالت اور تعصب کی وجہ سے ان کی آنکھیں بند ہیں۔ ورنہ ایسی بدزبانی نہ کرتے۔ وہ نہیں سوچتے کہ جس شخص نے ایک جاہل، وحشی اور پس ماندہ قوم کو چند سال میں اس قدر خدا پرست، مہذب اور بااخلاق بنادیا، وہ ایسا کس طرح ہوسکتا ہے؟ جس شخص نے ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ جیسے بادشاہ پیدا کئے، جن کی مثال دنیا بھر کی تاریخ کے بادشاہوں میں نہیں ملتی، وہ ڈاکو اور لٹیرا کیسے ہوسکتا ہے! یہی حال ہمارے مخالفین کا ہے۔ ان کی زبانیں قینچی کی طرح چل رہی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب پر وہ طرح طرح کے بے حقیقت الزامات لگاتے چلے جاتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ

اگر (نعوذ باللہ) حضرت مرزا صاحب دشمن اسلام تھے، تو ان کی جماعت خادم اسلام کس طرح بن گئی؟ افسوس! ان لوگوں کی عقل پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ خواہ مخواہ اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔

مَیں کہہ رہا تھا کہ ہمارے دلوں میں اگر درد ہو تو جماعت ترقی کر سکتی ہے۔ ہمیں اس امر کا خیال اور احساس ہونا چاہئے کہ ہمارا فلاں بھائی یا رشتہ دار، ہماری بیوی اور ہمارا بچہ جماعت سے باہر ہے۔ اس کو بھی خدمت اسلام کے اس عظیم الشان کام میں شریک کرنا چاہئے۔ اگر اشاعت اسلام کا یہ کام، جو ہم کر رہے ہیں، اچھا ہے تو پھر کیا وجہ کہ ہم اپنے اہل و عیال، اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو اس میں شامل نہ کریں۔ اگر احمدیت حق ہے تو پھر اسے دوسروں تک بھی پہنچاؤ۔ اس ادھوری وفاداری سے کیا فائدہ! وفاداری ہو تو پوری ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غلو اور پیر پرستی آسان اور میانہ روی مشکل ہے، لیکن صراط مستقیم یہی ہے۔

اچھوتوں میں پیغام اسلام:

اس وقت اچھوتوں کا کام ہمارے سامنے ہے۔ اور یہ کام بے حد ضروری ہے۔ ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ تین زبانوں ہندی، مرہٹی اور ملیالم میں ان لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔ نتیجہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بھی پیغام پہنچانا تھا۔ اس سے بڑھ کر ہمارا کام اور کیا ہو سکتا ہے؟ اُٹھو! اس کام کو ترقی دو اور اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤ۔ (پیغام صلح ۲۷ اپریل ۱۹۳۶ء)

(فہرست مضامین)

جلال اُنؐ کا

عروجِ ابنِ آدم ہے نظر اُنؐ کی خیال اُنؐ کا۔

شعور و آگہی کیا ہے؟ ادا اُنؐ کی جمال اُنؐ کا۔

جہاں میں عظمتِ آدم کو سجدہ کس نے کرنا تھا۔

نہ ہوتا وُسعتِ کون و مکاں میں گر جلال اُنؐ کا

(کلامِ علوی) (فہرست مضامین)

مُبارک ہو!

شاہد عزیز

احباب کو علم ہو گا کہ ۲۰۱۸ء میں، میں ابوٹیانی صاحب کی درخواست پر آئیوری کوسٹ کے دورہ پر گیا۔ اُس وقت صرف ای میل کے ذریعے ہی اُن کے ساتھ رابطہ تھا۔ ابوٹیانی صاحب نے مجھے ہوائی اڈے سے لانے، رہایش، جلسہ اور ریڈیو اور ٹی وی پر پروگراموں کا انتظام کیا اور مرکز نے سارے اخراجات ادا کئے۔ برطانوی وزارت خارجہ سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ دورہ غیر دانشمندانہ قدم ہے اسلئے کہ آئیوری کوسٹ کے حالات مخدوش ہیں اور غیر مُلکیوں کو بیشتر تاوان کے لئے اغوا کر لیا جاتا ہے۔ کچھ احتیاطی تدابیر کے بعد باقی معاملہ خُدا پر چھوڑ کر میں روانہ ہو گیا۔ لیکن جماعت کے کسی ممبر نے میری غیر حاضری میں نہ میرے گھر والوں کی خیریت پوچھی اور نہ میرے ساتھ رابطے کی کوئی کوشش کی۔ جلسہ بہت کامیاب رہا اور جہاں تک مجھے یاد ہے کہ ایک دو سُنی مساجد نے مجھے دعوت دی کہ میں اُن کے جلسہ میں جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت مسیح موعود کا تعارف کرواں۔

۲۰۱۹ء میں میں نے فضل حق صاحب کی ساتھ آئیوری کوسٹ کا دورہ کیا۔ حضرت امیر نے فرنچ میں ریکارڈ کیا ایک پیغام بھیجا جس کا زبردست اثر ہوا۔ ریڈیو اور ٹی وی پر ہمارے انٹرویو بھی ریکارڈ ہوئے۔ اہلسنت والجماعت کی دعوت پر اُن کی مساجد میں تقاریر بھی کیں ۔ دورہ انتہائی کامیاب رہا اور اُس کے بعد آئیوری کوسٹ گورنمنٹ نے جماعت کو ایک اسلامی جماعت کے طور پر رجسٹر کر لیا۔

رجسٹریشن پر اخراجات کے علاوہ سرکار کی سالانہ رجسٹریشن فیس بھی ہے۔ لیکن اِس کا فائدہ یہ ہے کہ ہر سرکاری تقریب میں جماعت کو بطور ایک اسلامی تنظیم مدعو کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں ایک نئے امام کی دستار بندی کے موقع پر بھی جماعت کو بطور ایک اسلامی تنظیم مدعو کیا گیا۔ اِس کی اہمیت یہ ہے یہ ہوائی فائر نہیں کہ لارڈ زید نے کلمہ پڑھ لیا اور لیڈی بکر نے ۔ نہ کوئی احمدی ہوا اور نہ حضرت مسیح موعود کو مُتعارف کروایا صرف اخراجات کی ادائیگی کے وقت احمدی یاد آئے۔ اِس کے برعکس جماعت احمدیہ لاہور بطور ایک اسلامی تنظیم مدعو ہوتی ہے اور اپنی مؤقف پیش کرتی ہے۔ فضل حق صاحب اِس بات کے گواہ ہیں۔ (فہرست مضامین)